تفسیر سورۃ البقرۃ: آیت 189

فقیہ اور مدبر سیاست دان، امیر حزب التحریر، شیخ عطا بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب تیسیر فی اصول التفسیر سے اقتباس

(يَسْأَلُونَكَ عَنْ الأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)

"لوگ آپ سے نئے مہینوں کے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ انہیں بتا دیجئے کہ یہ لوگوں کے (مختلف معاملات کے) اور حج کے اوقات متعین کرنے کے لیے ہیں۔ اور نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے گھروں میں پیچھے کی طرف سے داخل ہو۔ نیکی تو اصل میں یہ ہے کہ آدمی پرہیز گاری اختیار کرے۔ پس تم اپنے گھروں میں دروازے سے ہی آیا کرو، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو جائے" (البقرۃ: 189)

اس آیتِ کریمہ سے واضح ہے کہ:

1۔ مذکورہ بالا آیت شریفہ سے پہلے کی آیات میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے روزہ اور اس کے احکامات کا ذکر کیا ہے، اور بعد والی آیات میں جہاد، حرمت کا مہینہ، حج اور حج کے متعین مہینوں کا ذکر کیا ہے، اور روزے، شہر حرام اور حج کی آیات بیان کی ہیں۔ مذکورہ بالا آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چاند کے متعدد منزلیں متعین کرنے کی حکمت بتائی ہے کہ وہ بالکل باریک ہلال کی صورت میں طلوع ہو کر آہستہ آہستہ ماہِ تمام بن جاتا ہے، پھر واپسی کی راہ لیتے ہوئے اپنی پہلی شکل میں ڈھل جاتا ہے۔ چاند کے حجم میں ان تبدیلیوں کی حکمت اس طرح بیان فرمائی کہ یہ چاند لوگوں کے لیے وقت معلوم کر لینے کا ایک ذریعہ ہے، ان میں سے روزے کا وقت بھی ہے، جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے: **((صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته))** "چاند کے دِکھ جانے پر روزہ رکھو اور چاند کے دِکھ جانے پر روزے ختم کرو" (رواہ بخاری)۔ یہ حج کے اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ بھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **(الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ)** "حج کے چند متعین مہینے ہیں" (البقرۃ: 197)۔ نیز چاند کے ذریعے سال کے مہینوں کی گنتی معلوم کی جاتی ہے، حدیث رسول ﷺ میں ہے: **((السَّنَةُ اثنا عشر شهرا منذ خلق السموات والأرض منها أربعة حرم: ثلاثة سرد: ذو القعدة وذو الحجة والمحرم، وواحد فرد: رجب))** "جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تب سے سال بارہ مہینوں کا ہے، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، پھر ان میں سے تین پے در پے آتے ہیں؛ ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم، ایک مہینہ اکیلا ہے، (یعنی) رجب (رواہ بخاری ومسلم وابو داؤد)۔ نیز چاند ہی کے ذریعے دیگر شرعی احکامات کی مدت معلوم کی جا سکتی ہے، مثلاً زکوٰۃ جو کہ ایک سال مکمل ہونے پر ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے، عورتوں کے لیے طلاق اور وفات کی عدت وغیرہ۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **((جعل الله الأهلة مواقيت للناس فصوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غمّ عليكم فعدوا ثلاثين يوما))** "اللہ تعالیٰ نے ان ہلالوں کو لوگوں کے لیے اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے، پس چاند کے دِکھ جانے پر روزہ رکھو اور چاند کے دِکھ جانے پر روزوں کا اختتام کرو، پس اگر بادل کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو پھر تیس دن پورے کر لو" (رواہ احمد)۔

پس اس آیت کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ہلالوں کے بارے میں پوچھنے والوں کے سوال کا جواب دیا کہ یہ لوگوں کے لیے اوقات معلوم کرنے کے ذرائع ہیں، یعنی انہی کے ذریعے معلوم کیا جاتا ہے کہ کس وقت میں کونسا شرعی حکم ادا کرنا ہے۔

(اَلاَهِلَّۃُ) یہ ہلال کی جمع ہے، اس کی اصل 'اِهلال' ہے جس کے معنی ہیں، آواز اُٹھانا، عرب لوگ جب چاند دیکھتے تو گویا نئے مہینے کی آمد کی خوشی میں تکبیر وغیرہ کہہ کر نعرہ لگاتے تھے، بالخصوص روزہ اور حج جیسی عبادات پر مشتمل مہینوں کی آمد کے موقع پر۔ اسی مناسبت سے عرب کہتے ہیں: اَهَلَّ القومُ بالحج، یہ اس وقت کہتے تھے، جب لوگ حج کا تلبیہ بلند آواز میں پڑھتے، نوزائیدہ بچہ اپنی ولادت کے وقت بلند آواز میں روتا ہے اس وقت عرب کہتے ہیں: اِستَهَلَّ الصَبيُّ "بچہ رویا"۔ پس اہلال چاند دِکھنے کے وقت آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں، اس لیے کہا جاتا ہے اُهِلَّ الهِلالُ اسی طرح اِستَهَلَّ بھی کہتے ہیں۔ هَلَّ نہیں کہتے ہیں کیونکہ ہلال دکھنے کے وقت آواز بلند کی جاتی ہے، یہ نہیں کہ چاند سے کوئی آواز آتی ہے۔ (جس کے لیے هَلَّ بولا یا جاتا ہے)۔

2۔ جب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہلال عام احکام اور بالخصوص حج کے اوقات جاننے کا ذرائع ہے، **(هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ)** تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے امورِ حج میں سے ایک ایسے امر کا ذکر فرمایا جو زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا اور جس کو اہلِ جاہلیت نیکی کی علامت خیال کرتے تھے۔ وہ لوگ جب حج کا احرام باندھ لیتے تھے اور اپنے گھر، خیمے یا باغ وغیرہ میں جانا پڑتا تو اس کے دروازہ سے داخل ہونے کی بجائے پشت کی جانب سے دیوار پھلانگ کر آتے تھے، اور اِس کو نیکی شمار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ فرمایا کہ جس امر کو وہ نیکی خیال کرتے ہیں، ہرگز نیکی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گھروں میں دروازوں سے داخل ہونے کو مباح قرار دیا ہے، بغیر کسی دلیل وبرہان کے اس کو تبدیل کر کے پشت کی طرف سے دیوار پھلانگ کر آنا کیسے نیکی ہو سکتی ہے، بلکہ نیکی تو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ وخشیت اور اس کی شریعت کی پابندی کرنے میں ہے۔ لہٰذا گھروں میں پشت کی جانب سے آنے کا یہ انداز چھوڑ کر دروازوں سے داخل ہو جایا کرو، اور وہ کام کرو جس کا حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے، اور اس کے حرام کردہ امور سے بچتے رہو، ایسا کر کے تم فلاح پا سکتے ہو۔

اور چونکہ آیت کا موضوع وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا، جیسا کہ بخاریؒ نے البراءؓ سے یہ قول روایت کیا ہے: "جاہلیت میں وہ لوگ جب احرام باندھ لیتے تھے، تو گھروں میں پشت کی جانب سے آتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری ((**وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا**))" نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں پشت کی طرف سے آؤ۔" چنانچہ اَولیٰ یہی ہے کہ ان الفاظ کو اپنے صریح معنوں میں استعمال کیا جائے، جن کے لیے الفاظ کو وضع کیا گیا ہے، یعنی گھروں کے حقیقی دروازے اور ان کی حقیقی پشت۔

مگر یہاں کنایۃ کا معنی لینا بھی ممنوع نہیں، پس گھروں میں دروازوں سے آنا اور پشت کی جانب سے نہ آنا یہ تو ہے آیت کا حقیقی اور صریحی معنی جس کو موضوع لہٗ کہتے ہیں، مگر آیت کی دلالت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام اس انداز سے کیے جائیں جیسے کرنے چاہئیں، الٹ کام نہ کیے جائیں۔ کام کو درست انداز سے کرنے کی بجائے الٹ کام کرنا اصل رستے سے ہٹنا اور حیلہ بازی کرنا ہے۔

عربوں کے ہاں جہاں لفظ میں گنجائش ہو تو وہ صریح اور کنایہ کے طور پر لفظ کا استعمال جائز سمجھتے ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں (نَؤُمُ الضُّحیٰ) اس کو کبھی صریح معنوں میں استعمال کرتے ہوئے یہ معنی لیتے ہیں کہ چاشت تک سوتا رہنے والا، کیونکہ وہ مخدوم ہے، کوئی اس سے کسی کام کا مطالبہ کرنے والا نہیں، اور کبھی انہی الفاظ کو سُستی اور کام کی طاقت نہ ہونے کے لیے کنایۃً استعمال کرتے ہیں۔

اس آیت (**وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا**) سے اس کے صریحی معنی بھی لیے جاسکتے ہیں کہ انہیں گھروں میں دروازوں سے آنا چاہیے پشت کی طرف سے نہیں، اور یہی اس آیت کے نزول کا موضوع ہے، اور اس کے ساتھ کنایہ کا معنی بھی لیا جاسکتا ہے، کہ تمام کام درست طریقے سے کیے جائیں، الٹ طریقے سے نہیں۔

(**وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا**) اس آیت میں (**البرُّ**) کو رفع (پیش) کے ساتھ پڑھا گیا ہے، تمام متواتر قرائتوں میں ایسا ہے۔ اور اس آیت میں لَیسَ کی خبر بھی متعین ہے، یعنی (**أن تأتو البيوت**) جو کہ مصدر مؤول ہے، کیونکہ باء (جو کہ حرف جر زائد ہے) وہ لیس کے اسم پر داخل نہیں ہوتی، بلکہ اس کی خبر پر داخل ہوتی ہے۔

جبکہ سابقہ آیت شریفہ (**لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ**) میں (البرُّ) کو نصب (زبر) اور رفع (پیش) دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، اور یہ دونوں قرائتیں رسول اللہ ﷺ سے متواتر آئی ہیں۔ رفع والی قرآت کے مطابق البرُّ مرفوع ہے اور یہ لیس کا اسم ہے، اور اس کی خبر تَولِیۃٌ ہے جو (أَن تُوَلُّوا) مصدر مؤول سے لیا گیا ہے، اور (أَن تُوَلُّوا)لیس کی خبر واقع ہونے کی وجہ سے نصب کے مقام پر ہے۔ نصب والی قرائت میں (یعنی جب البرَّ پر زبر پڑھا جائے) البرَّ لیس کے لیے خبر مقدم ہے، اور مصدر مؤول رفع کے محل میں لَیسَ کا اسم مؤخر ہے۔